طلاق کی تشریعی صور اور طلاق فی الغضب کے فقہی احکام

The Legal Forms of Divorce and the Status of Divorce in Rage in Islamic Shariah

☆ڈاکٹر نعیم انور الازہری
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور
☆☆ڈاکٹر شاہدہ تسنیم مغل
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سوشل سائنسز، ویٹرینری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور

Abstract:

Relationship with other human is a very sensitive issue. The one who manages his relations is successful. The matrimonial bond is meant to be strengthened human bonds. The collective wisdom of Islamic teachings emphasizes that it should not be entrusted to temporary emotionality and abrupt rage. The feelings like anger, rage and fury are the part of human instinct but they should be controlled by reason. Reason cannot be allowed to be ridden by them. The Qur'anic phrase **"والکاظمین الغیظ"** praises the people who do not let rage beyond control. Otherwise, it is injurious to human relations. Rage crushes matrimonial bond when expressed through divorce. When he returns to senses, then regrets but this is just a cry over spilt milk. This paper seeks to legal status of the divorce given in regeous condition with evidences from the main sources of Islam.

Keyword: The Legal, Divorce, Status, , Islamic, Shariah

طلاق ہمارے معاشرے کا ہر دور میں ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس معاملے کا تعلق انسان کے مزاج اور طبیعت کے ساتھ ہے اور ہر انسان اپنی جُداگانہ صلاحیت و قابلیت جہاں رکھتا ہے وہاں اپنی اخلاقیات میں بھی ایک خاص درجہ رکھتا ہے۔ اسلام کے تصور طلاق کے مطابق طلاق ایک بہت سوچا سمجھا مسئلہ ہے۔ اس عمل کو وقتی جذبات اور معروضی احساسات کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ سرے سے طلاق کے قریب بھی نہ جایا جائے۔ یہ عمل ظاہری حلت کے باوجود ناپسندیدہ اور ابغض ہے۔ بہر حال انسان اگر

اپنے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہی ہو جائے تو پھر بھی وہ حدود و قیودات شریعت سے باہر نہ نکلے اور مسئلے کی تہہ اور حقیقت تک پہنچے اور اس مسئلے کا مصلحانہ اور فقیہانہ حل تلاش کرے اس لیے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ)(۱)

طلاق صرف دو بار ہے یعنی جب دو دفعہ طلاق دی جائے تو پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

حق طلاق کے استعمال کی جائز حد

اسلام نے طلاق کا حق صرف دو مرتبہ تک رکھا ہے۔ ''مرتان'' کا لفظ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔ ''مرتان'' دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد مرد کے لئے رجوع کا حق قائم رہتا ہے۔ اگر وہ، یہ حق رجوع عدت کے دوران استعمال کر لے تو نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر وہ، یہ حق رجوع عدت کے بعد استعمال کرے تو پھر نئے نکاح کے ساتھ اُس عورت کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے۔ وہ طلاق جو وقتی طور پر دی جاتی ہے یا حادثاتی طور پر دی جائے یا کسی ناراضگی کے سبب دی جائے، ایسی طلاق جس کا سبب کوئی خطا ہو، کوئی سرزنش ہو یا کوئی امر قبیح واقع ہوا ہو اُس پر نااتفاقی اور ناراضگی کی کیفیت جنم لے تو ایسی صورتوں میں اگر انسان سے طلاق واقع ہو جائے تو اس طلاق کا عدد دو سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ اگر عدد طلاق دو سے متجاوز ہو کر تین تک پہنچ گیا تو طلاق میں تین کا عدد رشتہ ازدواج کو ختم کر دیتا ہے۔ طلاق میں تین کا عدد مرد اور بیوی میں تعلق نکاح کو ختم کر دیتا ہے اور طلاق اور جدائی کو یقینی بنا دیتا ہے۔ طلاق میں تین کا عدد طلاق کو طلاق مغلظہ اور طلاق بائنہ بنا دیتا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

(فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)(۲)

پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے، اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہو گی۔ مزید بر آں فرمایا ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دے دے تو پھر یہ عورت اور پہلا خاوند ایک دوسرے کی طرف نکاح کے ساتھ وابستہ ہو سکتے ہیں۔ تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ دونوں فریقین یقین کر لیں کہ اللہ کی

حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کو وہ رب ان لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو عقل و دانش رکھتے ہیں۔ طلاق کی تشریعی صور کا ایک اجمالی خاکہ اب تک کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔

لفظ طلاق کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم

جہاں تک طلاق کے لغوی مفہوم کا تعلق ہے تو طلاق کا معنی ہے کسی بندھن سے آزاد کرنا۔[٣]

طلاق میں کسی بندش کے کھولنے کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔ خواہ یہ بندش محسوس ہو یا غیر محسوس ہو۔[٤]

ابن منظور طلاق کے لغوی معنی کو یوں واضح کرتے ہیں:

وطلاق المرأة: بينونتها عن زوجها[٥]

کسی عورت کے اپنے شوہر سے جُدا ہونے کے عمل کو طلاق کہتے ہیں۔

امام سرخسی طلاق کا معنی بیان کرتے ہیں: هی ازالة القيد[٦]

شوہر نے اپنی بیوی سے قید نکاح اُٹھا کر اسے دوسرے کے لئے حلال کر دیا اور اس سے عقد زواج کو ختم کر لیا ہے۔ جہاں تک طلاق کا اصطلاحی مفہوم ہے تو اس حوالے سے عبد الرحمن الجزیری بیان کرتے ہیں:

الطلاق فی الاصطلاح أزالة النكاح او نقصان حله بلفظ مخصوص و هكذا معنها ازالة النكاح و رفع العقد بحيث لاتحل له الزوجة بعد ذلک۔[٨]

اصطلاحی طور پر نکاح کے معاہدے کو ختم کرنے یا اس میں مخصوص الفاظ کے ساتھ کسی نقصان ہونے کو طلاق کہتے ہیں۔ نکاح ختم ہو جانے اور نکاح کی قید کے رفع ہو جانے کے بعد عورت مرد کے لئے حلال نہیں رہتی۔ ابراہیم مصطفی بیان کرتے ہیں فی التشریع الاسلامی رفع اليد النكاح المنعقد بين الزوجين بالفاظ مخصوصة[٩]

شریعت اسلامی میں طلاق کے معنی میاں بیوی کے درمیان قائم رشتہ نکاح کو مخصوص الفاظ کے ساتھ ختم کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔

تعریفاتِ طلاق کا تجزیہ اور اقسامِ طلاق

ان ساری تعریفات لغوی اور اصطلاحی سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے طلاق کی وجہ سے ایک عورت ایک مرد کے ساتھ کئے گئے عقد نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے۔ زوجین کے درمیان عقد نکاح کی وجہ سے جو قیودات ہوتی ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں۔ بسا اوقات طلاق میں طلاق رجعی اور طلاق مرتان کی وجہ سے عقد نکاح کو کچھ خسارہ ونقصان ہوتا ہے اور کبھی طلاق مغلظہ اور بائنہ کی وجہ سے عقد نکاح بالکل زائل ہو جاتا ہے اور عقد نکاح مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔ طلاق رجعی میں عقدِ نکاح دورانِ عدت نہیں ٹوٹتا۔ اس طلاق کی وجہ سے رشتہ نکاح میں فرق آجاتا ہے جبکہ طلاق ثلاثہ، طلاق مغلظہ اور طلاق بائنہ کبری میں رشتہ مناکحت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔ طلاق میں عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ طلاق میں عدد کے لحاظ سے اسے دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک قسم کو طلاق سنّی کہا جاتا ہے اور دوسری کو طلاق بدعی کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ طلاق سنت کیا ہے، طلاق سنت سے مراد ایسی طلاق ہے جو شارع کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دی جائے، اسے طلاق سنت کہتے ہیں۔[۱۰] اس تعریف کو اس اثر صحابی سے اخذ کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: من اراده ان يطلق للسنة فليطلق امراتهٔ طاہراً فتنقضی عدتها۔[۱۱] جو شخص سنت کے مطابق طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اُسے چاہیے عورت کو ایام طہارت میں طلاق دے اور پھر تین ماہ تک اس سے الگ رہے ہاں اس دوران اگر وہ رجوع کرنا چاہے تو یہ اس کا حق ہے اگر اُس نے رجوع نہ کیا تو اب وہ عورت اس سے مطلقہ بائنہ ہونے کی وجہ سے الگ ہو جائے گی۔

سنت کے مطابق طلاق دینے کے احناف نے دو طریقے بیان کیے ہیں۔ ان ہی دو طریقوں کو طلاق سُنت کی اقسام بھی کہا گیا ہے۔ طلاق سنت کے پہلے طریقے کو طلاق احسن کہتے ہیں۔ طلاق احسن یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو عدد کے اعتبار سے صرف اور صرف ایک ہی طلاق دے۔ اس کے بعد تین ماہ تک دورانِ عدت کوئی بھی طلاق نہ دے تو طلاق سنت کے اس طریقے کو طلاق احسن کہتے ہیں۔ اس طریق اور قسم کو ابراہیم نخعی کی اس روایت سے اخذ کیا گیا ہے: روی ابراہیم النخعی أن أصحاب رسول الله ﷺ كانوا يستحبون أن لا يزيد وا في الطلاق على واحدة حين تمضى عدّتها و ان هذا أفضل عندهم۔[۱۲] اصحاب رسول ﷺ اس طریق کو پسند کرتے تھے کہ وہ ایک سے زائد طلاق نہ دیں۔ یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے اور یہ طریقِ صحابہ کرام کے نزدیک افضل ترین تھا۔

اسی طرح طلاق سُنت کے دوسرے طریقے کو طلاق حسن کہتے ہیں۔ اس طریق کی عملی صورت یہ تھی کہ شوہر اپنی زوجہ کو ایک طہر میں طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ یعنی تین ماہ میں سے ہر ماہ ایک ایک طلاق دینے کے طریق کو طلاق حسن کہتے ہیں۔ اس طریق کو ایسے بیان کیا گیا ہے: ان يطلقها ثلاثا في ثلاثة اطهار۔[۱۳] جب شوہر تین طہر میں ہر مرتبہ ایک ہی طلاق دے تو اس طریقے کو طلاق حسن کا نام دیا جاتا ہے۔ اب طلاق سُنت کے ان دو طریقوں کے برعکس جو صورت ہو گی اُسے طلاق بدعی قرار دیں گے۔ طلاق بدعی کی عملی صورت یہ ہے کوئی حالتِ غیر طہر میں طلاق دے اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے کو طلاق بدعی کہتے ہیں۔ طلاق بدعی میں نہ وقت مشروع کا لحاظ کیا جاتا ہے اور طلاق بدعی میں نہ ہی عدد کا خیال کیا جاتا ہے جبکہ طلاق کے مشروع ہونے کے لئے وقت اور عدد کا لازمی خیال کیا جاتا ہے۔

طلاق ثلاثہ اور ان کا وقوع

اب اس موضوع کے حوالے سے ایک انتہائی اہم مسئلہ بیک وقت ایک ہی مجلس میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کا ہے۔ کیا ایک ہی مجلس میں کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے تو کیا اس کا یہ عمل جائز ہو گا اور واقعۃً اس مرد کی جانب سے عورت کو طلاق بائنہ اور طلاق مغلظہ ہو جائے گی اور کیا تین طلاق ایک ہی وقت اور ایک ہی مجلس میں دینے سے اُن کا رشتہ مناکحت ختم ہو جائے گا۔

قال ابن الهمام و ذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من ائمة المسلمين الى أنه' يقع ثلاثاً[۱۴]

امام ابن ہمام حنفی بیان کرتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اور ائمۃ المسلمین کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

اس موقف کی تائید ابن قیم نے بھی کی ہے اور وہ اس حوالے سے بیان کرتے ہیں:

قال ابن القيم فاختلف الناس فيها، وقوع الثلاث بكلمة واحدةٍ على أربع مذاهب أحدها انه يقع و هذا قول الائمة الاربعة و جمهور التابعين و كثير من الصحابة۔[۱۵]

ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دینے کے بارے میں چار مذاہب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک کلمہ و لفظ سے تین طلاق بیک وقت دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہ موقف و مذہب ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور اکثر صحابہ کرام کا ہے۔ اس موقف کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اس حوالے سے بعض ائمہ کی طرف سے اس میں اجماع کی نسبت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں:

وذکر الاجماع علی وقوع الثلاث ابوبکر بن العربی و ابوبکر الرازی ھو ظاہر کلامِ الامام احمد۔[۱۶]
تین طلاقوں کے ایک ہی مجلس میں واقع ہونے پر امام ابو بکر بن العربی اور امام ابو بکر الرازی نے اجماع کا قول نقل کیا ہے اور امام احمد بن حنبل کے کلام کا ظاہر بھی یہی تقاضہ کرتا ہے۔

قاضی محمد بن علی المعروف امام شوکانی بھی اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جمہور تابعین اور کثیر صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور اہل بیت کا ایک گروہ جس میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجھہ بھی شامل ہیں ان سب کا یہی موقف ہے کہ تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔[۱۷]

امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی بھی اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ والجمہور علی وقوع الثلاث بل حکی ابن عبدالبر الاجماع قائلا أن خلافه شاذٌ لا یلتفت الیه[۱۸]

جمہور فقہا تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔ امام عبدالبر نے اس موقف پر اجماع کا قول نقل کیا ہے۔ مزید بر آں کہتے ہیں اس قول کے خلاف کوئی دوسرا قول شاذ ہے اور وہ قابل التفات نہیں ہے۔

امام بدرالدین عینی بھی طلاق ثلاثہ ایک یا متعدد مجالس میں وقوع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ جمہور فقہاء جن میں تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے اس موقف میں شامل ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی اور یہی مذہب امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام ابو ثور اور امام ابوعبیدہ وغیرہ کا بھی ہے۔[۱۹]

ان سارے حوالہ جات کے ذریعے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ اسلام کا موقف قرآن وسنت رسول ﷺ سے مستنبط یہی ہے۔ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں خواہ وہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی جائیں اور خواہ وہ تین طلاقیں متعدد مجالس میں دی جائیں۔ تین طلاقوں کو ایک طلاق کہنا قولِ شاذ ہے جس کی طرف التفات نہیں جاسکتا۔

عمل طلاق اور قرآنی ہدایت

باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْراً)[۲۰]

اے نبی ﷺ (مسلمانوں سے فرمادیں) جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کے طہر کے زمانے میں طلاق دو اور عدت کا شمار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے اور انہیں ان کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں۔ سوائے اس کے وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں اور یہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے تو بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اے شخص! تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے طلاق دینے کے بعد رجوع کی کوئی نئی صورت پیدا فرمادے۔

اس آیہ میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ عورت کو کس وقت طلاق دی جائے اور کس وقت طلاق نہ دی جائے اور اگر طلاق دینا ہی پڑے تو تین طلاقیں بیک وقت نہ دی جائیں۔ ایک یا دو طلاقیں دے کر عورت کو شوہر کے گھر سے نہ نکالا جائے اور نہ وہ عورتیں ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں شوہر کا گھر چھوڑ کر جائیں۔ ہاں اگر وہ عورتیں کسی کھلی بے حیائی کا مظاہرہ کردیں تو پھر خروج من البیت کا عمل درست ہو گا۔ ان چیزوں پر عمل کرنا ہی حدود الہیہ کا پاس کرنا ہے۔ ایک یا دو طلاق کے باوجود اگر عورت شوہر کے گھر میں رہے گی تو ممکن ہے باری تعالیٰ ایسی صورت پیدا کردے کہ مرد طلاق رجعی کے دوران رجوع کرلے اور اس کو اپنے عمل پر ندامت محسوس ہو یا ان کے درمیان کوئی صلح کی صورت پیدا ہو جائے۔

اس لیے امام نووی فرماتے ہیں

واحتج الجمهور بقولهِ تعالیٰ من يتعدد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله يحدث بعد ذلک امراً۔ وقالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندمٌ فلا يمكنه تداركه لوقوع البينونة فلو كانت الثلاث لاتقع لم يقع طلاقة' الا رجعيا فلايندم[۲۱]

جمہور فقہاء باری تعالیٰ کے اس فرمان و من یتعد حدود اللہ سے تین طلاق کے وقوع پر استدلال کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اس آیت کا معنی یہ ہے طلاق دینے والا کبھی طلاق دینے پر پشیمان اور نادم بھی ہو جاتا ہے پس تین طلاق دینے کے بعد اس کے لئے اس ندامت کا تدارک ممکن نہیں ہے۔ اس لئے تین طلاق دینے کے بعد جُدائی اور بینونت واقع ہو جائے گی اور اگر تین طلاقیں نہ دی جاتیں

تو اس کی طلاق ہر صورت میں طلاق رجعی رہتی اور اس پر زیادہ ندامت نہ ہوتی، اور اس کے لیے طلاق رجعی کی وجہ سے رجوع کرنا ممکن رہتا۔

سنن ابی داؤد میں یہ روایت آئی ہے جسے مجاہد نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا ہے:

عن مجاہد قال کنت عند عبداللہ ابن عباس فجاء ہ رجلٌ فقال انه طَلَّق امرأته ثلاثاً فسکت حتی ظَنَنتُ انه سَیَرُدُّھا الیه فقال ینطلق احدکم فیرکب الاحموقة ثم یقول یا ابن عباس واللہ قال و من یتق اللہ یجعل له مخرجا و انک لم تتق اللہ فلا أُجدلک مخرجا عصیت ربک و بانت منک امرأتک(۲۲)

مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں اس کا حل اور فتویٰ کیا ہے۔ آپ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا اپ اس کی بیوی لوٹا دیں گے۔ میں اسی گمان میں تھا کہ آپ نے فرمایا تم میں ایک شخص حماقت کے گدھے پر جا کر سوار ہو جاتا ہے اور پھر کہتا پھرتا ہے کہ اے ابن عباس اب میں کیا کروں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ سے ڈرے گا اس کے لئے باری تعالیٰ اس تنگی سے بچنے کا راستہ بنا دے گا اور اگر تو اللہ سے نہیں ڈرتا تو میں تیرے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہیں دیکھتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے بائنہ اور جدا ہو گئی ہے۔

قواعد عربیہ اور مسئلہ طلاق

عربی زبان کے قواعد اور اُصول بھی یہی تقاضہ کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہوں اس لئے قرآن میں الطلاق مرتان کا ذکر ہے۔ یہ طلاق رجعی ہے اور طلاق رجعی وہ ہے جو دو دفعہ تک، دو مرتبہ تک، دو عدد تک دی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد آگے فرمایا فان طلقھا یہاں حرف فا آیا ہے جو قواعد عربی کی رو سے تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔(۲۳) یہ حرف تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہو گا اگر کسی شخص نے دو طلاقیں اپنی بیوی کو دی ہیں اور اس کے فوری بعد تیسری طلاق بھی دے دی تو اب وہ عورت مرد کے لئے حلال نہیں رہے گی تاوقتیکہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے اور پھر وہ بھی اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دے۔ اگر اس آیہ کریمہ میں حرف ثم آتا یا کوئی اور حرف اس کی قسم کا آتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو اس کا(۲۴) مطلب متعین طور پر یہ ہو سکتا تھا کہ تیسری طلاق پہلی دو طلاقوں کے ساتھ ملا کر اور متصل نہ دی جائے اور اس تیسری طلاق کو پہلی دو

طلاقوں سے موخر کر کے اور تاخیر کے ساتھ دیا جائے۔ لیکن یہاں پر ایسا کوئی حرف ثم نہیں آیا بلکہ حرف فاء آیا ہے جس کا مطلب قاعدہ اور قانون عربی کے لحاظ سے یہ ہے کہ دو طلاقوں کے بعد اگر فی الفور تیسری طلاق بھی کسی نادان نے دے دی تو یہ تیسری طلاق پڑ کر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اب یہ بیوی اس وقت تک اس کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔

غیض وغضب کا مفہوم اور اس کا اطلاق

جہاں تک طلاق فی الغضب کا معاملہ ہے اس حوالے سے سب سے پہلے غضب کے معانی و مفاہیم کا سمجھیں۔ غضب کا معنی ہے السخط، کسی امر پر ناراض ہونا، و عدم الرضی بالشئ، کسی چیز پر راضی نہ ہونا، غضب اور سخط کا امر ہمیشہ کسی دوسرے کے لیے واقع ہوتا ہے۔ طبعیت میں غصے کی وجہ سے اس کی معاشرتی اور اخلاقی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ غصے کی وجہ سے انسان کے ارد گرد کا ماحول ناخوشگوار ہو جاتا ہے۔[۲۵]

غصے کی تعریف کرتے ہوئے امام غزالی بیان کرتے ہیں الغضب ھو تغیر داخلی[۲۶] یہ انسان کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلی کو کہتے ہیں۔ غضب سے بھی زیادہ معنی کی زیادتی غیظ کے لفظ میں ہے۔ انه شدة الغضب اس لفظ میں غضب سے بھی بڑھ غصے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔[۲۷]

امام راغب اصفہانی نے غضب کی تعریف یوں کی ہے ھو ثوران دم القلب ارادة الانتقام[۲۸]

انتقام کے ارادے سے دل میں خون کے جوش مارنے کے عمل کو غضب کہا جاتا ہے۔ غضب کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے الغضب ھو حركة للنفس مبدؤھا الانتقام و قيل ہو كيفية نفسانية تقتضى حركة الروح الى خارج البدن طلباً للانتقام[۲۹] نفس میں پیدا ہونے والے ارتعاش کو غضب کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کسی دوسرے سے انتقام لیتا ہے یا غضب ایک ایسی نفسانی کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر موجود قوت غضبیہ کسی دوسرے سے انتقام لینے کے لئے اس کے بدن پر ظاہر ہوتی ہے۔ اسے غضب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حالت غضب اور اس کے درجات

غضب ہر انسان میں پایا جاتا ہے کسی میں یہ غیظ و غضب درجہ افراط میں پایا جاتا ہے اور کسی میں درجہ تفریط میں دکھائی دیتا ہے اور کسی میں یہ درجہ اعتدال کے ساتھ نظر آتا ہے۔ غیظ و غضب میں درجہ تفریط یہ ہے کہ کسی انسان میں یہ قوت غضبیہ بالکل مفقود

ہو جائے یا بہت زیادہ کمزور ہو جائے ایسی صورت میں اس کے لئے کہا جاتا ہے **لاحمیة لہ** اس کے اندر کوئی غیرت و حمیت نام کی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ اس لیے امام شافعی کہتے ہیں من استغضب فلم یغضب فھو حمار [۳۰] جس شخص کو کسی امر پر غصہ دلایا جائے پھر بھی وہ غصہ نہ کرے تو اس کی حیثیت ایک دراز گوش کی ہے، غصہ میں درجہ افراط یہ ہے کہ غیظ و غضب کی کیفیت انسان پر اس طرح غالب ہو جائے کہ انسان عقل و دین کی حدود سے نکل جائے اور اُس وقت اُس آدمی میں کوئی بصیرت و بصارت اور فراست نظر نہ آئے اور وہ اپنے غیظ و غضب کی حالت میں ایسا ہو جائے جیسا کوئی مضطر و مجبور اور مقہور شخص ہوتا ہے۔ [۳۱]

اعتدال ایسی حالتِ کو کہتے ہیں جو افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ اب ان درجات غضب کی بناء پر غضب کی تین قسمیں بن جاتی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس میں انسان کا غصہ ابتدائی سطح پر ہوتا ہے اس میں انسان کی عقل و خرد متغیر نہیں ہوتی۔ انسان جو کچھ کہتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے۔ اس حالت غضب میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوتا ہے اس حالت میں ہی انسان کی طرف کیے جانے والے تمام عقودات و معاہدات درست ہوتے ہیں۔ اس کی کہی ہوئی باتیں نافذ العمل ہوتی ہیں۔ ایسی صورت حال میں یقع طلاقاً اتفاقاً غصے کی اس پہلی اور ابتدائی حالت میں تمام ائمہ کے نزدیک بالاتفاق طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ [۳۱-A]

غصے کی دوسرے حالت یہ ہے انسان کا غیظ و غضب اپنی انتہائی حالت کو پہنچ جائے اس طرح کہ انسان میں اس حالت میں علم و ارادے کا تعلق بھی منقطع ہو جائے اس کے قول کی کیفیت یہ ہو ولا یدری ما یقول اُسے معلوم ہی نہیں ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کی کیفیت قصد یہ ہو ولا یدری ما یرید او ما یقصد اس کو پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کیا چیز چاہتا ہے اور کس چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس میں سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ لا ینفذ شئ من تصرفاتِ القولیة اس حالت میں کہی گئی اس کی باتیں نافذ العمل نہیں ہوں گی، اور اس حالت کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں، اس لیے قول شرعی وہ ہے جو انسان کے علم اور ارادے سے ظہور پذیر ہو، اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے درمیان ہے حالت اعتدال ہے، اس تیسری قسم میں بھی انسان کا غصہ کبھی پہلی حالت جیسا پایا جاتا ہے اور کبھی انسان کا غیظ و غضب دوسری حالت جیسا پایا جاتا ہے۔ اس قسم میں طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کے حوالے سے فقہاء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ [۳۱-B]

غصے کی تین حالتوں میں طلاق کے وقوع کے فقہی احکام

ارشاد باری تعالیٰ ہے

(وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ)(۳۲)

اور وہ غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) در گذر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

(وَإِذَا مَا غَضِبُوا ہُمْ يَغْفِرُونَ)(۳۳)

اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

غصہ انسان کے وجود میں کیوں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا سامنا ہے۔ اندرونی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے باری تعالیٰ نے انسان میں غذا کی خواہش پیدا کی ہے جبکہ بیرونی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے غیظ وغضب کی قوت پیدا کی ہے۔ بیرونی دشمن اس کے اپنے ابنائے جنس ہیں۔ ان حالات میں ہی باری تعالیٰ انسان کو ایک مدت مقررہ تک زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے ان دونوں دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے سامان زیست پیدا کیا ہے، غذا انسان جسم کی اندرونی ضرورت کو پورا کرتی ہے جبکہ غیض وغضب کی قوت انسان کو دشمن کے ضرر سے محفوظ کرتی ہے۔ یہ قوت فوراً ہیجانی کیفیت میں آتی ہے اور دشمن سے مقابلے کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے ان دونوں قوتوں کا انسان کے اندر موجود ہونا تقاضہ فطرت ہے۔

انسان کے اندر قوت غضب تین حالتوں میں پائی جاتی ہے۔ پہلی حالت افراط ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ قوت اس قدر زیادہ ہو جائے کہ عقل کے قابو سے نکل جائے اور انسانی عقل اس حالت میں بے اختیار اور بے بس ہو جائے۔ اس میں خود بینی اور پیش بینی نہ رہے۔ اس حالت غضب کے آثار انسان کے سارے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انسان کے چہرے کا رنگ شدید غضبنا کی حالت میں بدل جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں مُنہ سے جاگ نکلنے لگتی ہے، پاچھیں کھل جاتی ہیں نتھنے پھول جاتے ہیں آواز میں سختی وشدت آجاتی ہے اور اس آواز میں کریہہ پن اور بے جاہ گرجداری آجاتی ہے۔ زبان سے گالیاں اور مغلظات صادر ہونے لگتی ہیں بے اختیار انسان ہاتھ زمین پر مارنے لگتا ہے جو چیز بھی سامنے آتی ہے انسان اس کو توڑنے پھوڑنے لگتا ہے انسانی اعضاء کا یہ ظاہری اثر باطن تک رسائی پاتا ہے جس شخص پر انسان کو غصہ آتا ہے اس کے لئے نفرت اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ سارے عوامل اور لوازمات غضب کی حالت افراط کے ہیں جبکہ تفریطی حالت غضب کی علامات کچھ یوں ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کو بالکل غصہ ہی نہ آئے، حتیٰ کہ جہاں فطرتی طور پر غصہ بنتا ہے وہاں بھی غصہ نہ آئے تو اس کیفیت کو علم الاخلاق کے ماہرین دناء

ت اور بے حمیتی سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی چیز کو عامی زبان میں بے غیرتی اور ذلت و پستی کہتے ہیں۔ اس حالت میں انسان لوگوں کو سخت بیہودگی میں دیکھتا ہے لیکن اس کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ افراطی اور تفریطی ان دونوں حالتوں کے درمیان حالت وسطی ہے جس کو حالت اعتدال کہتے ہیں۔

انسان کے غیض وغضب کی ان تینوں حالتوں کو فقہاء نے بھی بیان کیا ہے۔ ابن عابدین المعروف امام شامی بیان کرتے ہیں کہ انسان غصے کی تین حالتیں یا تین قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے احدھا أن یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله و یعلم ما یقول ویقصده و ہذا لا اشکال فیه۔(۳۴)

غصے کی پہلی ابتدائی حالت یہ ہے کہ انسان کی عقل میں کوئی تبدیلی نہ آئے اور وہ جو کچھ کہتا ہے اُس کو جانتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کو سمجھتا ہے۔ اس پہلی ابتدائی حالت میں بلاشک وشبہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ دوسری قسم حالت غضب کی یہ ہے: الثانی ان یبلغ النہایة فلا یعلم ما یقول و لا یریده فهذا لاریب انه لا ینفذ شئ من اقواله۔(۳۵)

حالت غضب کی دوسری صورت یہ ہے کہ غیض وغضب اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور اُسے اپنی کہی ہوئی بات کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہ چلے اور اپنی کلام کے مقصود کے بارے میں کچھ بھی سمجھ نہ آئے اور اس حالت میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ اُس کے مُنہ سے نکلی ہوئی کوئی چیز بھی نافذ العمل نہیں ہوگی۔

غصے کی تیسری حالت اور قسم یہ ہے: الثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون فہذا محل النظر والادلة تدل علی عدم نفوذ اقواله۔(۳۶)

غصے کی تیسری صورت ان دونوں قسموں کے درمیان اور وسط کی ہے کہ اس میں انسان پاگل و مجنوں کی طرح نہیں ہوتا۔ دلائل کی روشنی میں اس میں بھی اس کا کوئی قول نافذ العمل نہیں ہوگا۔ غرضیکہ ان تعریفات سے یہ بات ہمارے سامنے روز روشن کی طرح آتی ہے۔ پہلی قسم جو انسان میں مبادی غضب کا پتہ دیتی ہے جس کی وجہ سے انسان کے عقل و ذہن میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آتی، اس کو اپنی زبان سے نکلنے والی باتوں کی سمجھ ہوتی ہے اور اپنی باتوں سے کسی چیز کا مقصد و ارادہ کرتا ہے۔ اُس کو سب کچھ معلوم ہوتا ہے اس حالت میں اُس کی طرف سے کیے گئے سارے معاہدات نافذ ہوتے ہیں اُس کی کہی ہوئی ساری باتیں درست اور نافذ ہوتی ہیں۔ ویقع طلاقه اتفاقاً۔(۳۷)

اس پہلی حالت غضب میں بالاتفاق طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ غصے کی دوسرے حالت یہ ہے اس میں انسان کا غیض وغضب اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے۔ اس حالت میں اپنے قول و فعل کو جاننے اور سمجھنے کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے۔ ولایدری مایقول ولا یدری مایرید۔[۳۸]

اس کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ کیا کہہ اور بول رہا ہے اور اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا یہ کیا چاہ رہا ہے۔ پس یہ وہ صورت ہے جس میں قطعاً طلاق واقع نہیں ہوتی:

فهذا لا يتوجه خلاف فی عدم وقوع طلاقه، ولال ینفذ شئ من تصرفاته القولية۔[۳۹]

غصے کی دوسری صورت میں بلا اختلاف طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی غصے کی اس حالت میں بولنے والے کا کوئی قول نافذ العمل ہوتا ہے۔

غصے کی تیسری قسم اور حالت وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے درمیان درجہ وسطی میں ہے۔ اس قسم کی ایک جہت پہلی قسم کے ساتھ ملتی ہے کہ اس میں غصہ ابتدائی درجے کا ہوتا ہے اور دوسری جہت دوسری قسم کے ساتھ ملتی ہے کہ اس میں غصہ پاگل پن کی حد کے قریب تک پہنچ جاتا ہے۔ اس قسم میں وہ غصے والا پاگل ہوتا نہیں مگر وہ بحیث صار کالمجنون۔[۴۰] وہ پاگل شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔

غصے کی حالت توسط والی قسم کے حوالے سے فقہاء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اور اس قسم کے حوالے سے دو موقف ہیں۔ ایک موقف کے تحت اس حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور دوسرے موقف کے مطابق اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

امام ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم نے بھی غیض وغضب اور غصے کی تین حالتوں کا ذکر کیا ہے۔ غصے کی پہلی حالت کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

مایکون فی مبادیة بحیث لا یمنع صاحبه من تصور ما یقول وقصده فهذا یقع طلاقه۔[۴۱]

غصے کی ایک حالت ابتدائی درجے کی ہے اس میں غُصہ کرنے والا جو کچھ اپنے مُنہ سے الفاظ کہہ رہا ہوتا ہے اُن کو اچھی طرح جانتا ہے اور اپنی گفتگو میں جس جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کو سمجھتا بھی ہے۔ اس بناء پر وہ اگر طلاق دیتا ہے تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔ غصے کی دوسری قسم اور حالت یہ ہے کہ

ما یزل العقل فلا یشعر صاحبه بما قال و ہذا لا یقع طلاقه بلا نزاع۔ (۴۲)

غصے کی اس حالت میں انسانی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ غصے والے شخص کو یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس نے کیا لفظ اور جملہ کہا ہے۔ اس صورت میں بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ اور غصے کی تیسری حالت اور قسم یہ ہے کہ

أن یستحکم و یشتد به فلا یزیل عقله بالکلیة ولکن یحول بینه و بین نیته بحیث یندم علی ما فرط منه اذا زال فہذا محل نظر و عدم الوقوع فی ہذا الحالة قوی متجه۔ (۴۳)

غصے کی تیسری حالت درمیانے درجے کا غصہ ہے جو سخت اور شدید ہوتا ہے اور انسانی عقل پر غالب آجاتا ہے۔ مگر انسانی عقل اس میں مکمل طور پر زائل اور ختم نہیں ہوتی اور اس میں نیت وارادے کے بغیر خود پر قابو نہ پانے کی بناء پر طلاق سرزد ہوتی ہے اور غصہ کی یہ شدید حالت جب زائل ہوتی ہے تو وہ اپنے کہے اور کیے پر نادم ہو جاتا ہے۔ اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ یہ صورت غور طلب ہے اس حالت میں قوی اور معقول بات یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو گی۔

طلاق فی الغضب کا عدم وقوع اور ادلہ شرعیہ

اب ہمیں اس حقیقت کو جاننا ہے کہ غصے کی دوسری شدید حالت میں طلاق واقع کیوں نہیں ہوتی۔ طلاق کے عدم وقوع کے حوالے سے ائمہ وفقہاء نے کیا کیا، دلائل قائم کیے ہیں ہمیں اُن کو بالتفصیل اور بالدلیل جاننا ہے۔

شدید غصے کو فقہاء نے ایک وقتی مرض قرار دیا ہے۔ قرآن مریض کے حوالے سے بیان کرتا ہے:

(وَلَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ)(۴۴)

بیمار و مریض پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

ائمہ تفسیر نے حرج کی تفسیر کے تحت بیان کیا ہے

فالحرج مرفوع عنہم فی ہذا۔ (۴۵)

جو لوگ مریض ہیں اُن سے حالت مرض میں تنگی و حرج کو اُٹھا لیا گیا ہے۔

امام قرطبی اسی حقیقت کو مزید واضح کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں:

فبینت ہذه الایة انه لا حرج علی المعذورین (۴۶)

اس آیت مبارکہ نے بیان کر دیا کہ معذور لوگوں پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ دین اسلام اور دین کی تعلیمات کو ہر قسم کے حرج و تنگی سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ)(۴۷)

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔

امام ابو بکر جصاص، حضرت عبد اللہ ابن عباس کے شاگرد حضرت مجاہد کے حوالے سے حرج و تنگی کے معنی واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و يحتج به فی كل ما اختلف فيه من الحوادث ان ما ادى الى الضيق، فهو منفى وما اوجب التوسعة فهو اولى (۴۸)

اس آیہ کریمہ سے مختلف حوادث وواقعات میں یہ دلیل پکڑی جاسکتی ہے کہ جو حکم تنگی پیدا کرے اس کا وجود نہیں اور جو حکم فراخی و آسانی پیدا کرے وہی بہتر ہے۔

اس قول سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دین میں کوئی تنگی اور حرج سرے سے نہیں ہے اور اگر کوئی چیز تنگی اور حرج بن جائے تو اس سے آسانی سے چھٹکارہ و نجات ممکن ہے۔

امام فخر الدین رازی بھی حرج کو الضیق (۴۹) تنگی قرار دیتے ہیں۔ امام بیضاوی اس ضیق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ضيق بتكليف ما يشتد القيام به عليكم (۵۰)

ضیق سے مراد ایسی تنگی ہے جس پر قائم رہنا تمہارے لیے سخت ہو۔

اسی تنگی، حرج اور ضیق کو باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اُٹھا دیا ہے۔ تین لوگوں کو شرعی مواخذے سے بَری الذمہ قرار دیا ہے اور شریعت اسلامی نے اُن کو مرفوع القلم بنایا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رفع القلم عن ثلاثه عن المجنون المغلوب على عقله و عن النائم حتى يستيقظ و عن الصبى حتى يحتلم (۵۱)

تین قسم کے لوگوں پر قانون لاگو نہیں ہوتا، مجنون جس کی عقل پر غصہ غالب آجائے، سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

دوسری روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رفع القلم عن ثلاثه عن النائم حتی یستیقظ و عن الغلام حتی یحتلم و عن المجنون حتی یفیق۔ (۵۲)

تین قسم کے لوگوں پر قانون لاگو نہیں ہوتا۔ سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون جب تک سمجھدار نہ ہو جائے۔

شدید غصے اور انتہائی غضب کی حالت میں انسان وقتی طور پر پاگل اور مجنون ہو جاتا ہے۔ اس بناء پر اس وقت جنون میں اُس غاضب کا کوئی قول معتبر نہیں ہو گا اور اُس کا کوئی بول قابل مؤاخذہ نہ ہو گا۔ غضب کی اس شدید حالتِ جنون نے اُس کو مرفوع القلم بنا دیا ہے۔ اس لیے اس حالت میں اس سے صادر ہونے والے قول سے طلاق کا وقوع نہیں ہو گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا طلاق ولا عتاق فی اغلاقٍ (۵۳)

شدید غصہ میں نہ طلاق ہے اور نہ ہی غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اب اس حدیث مبارکہ میں لفظ اغلاق استعمال ہوا ہے۔ اغلاق کا معنی ائمہ اور شارحین حدیث کے نزدیک کیا ہے؟ اس حوالے سے امام ابو داؤد بیان کرتے ہیں:

قال ابو داؤد الغلاق أظنه الغضب (۵۴)

امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اغلاق کا معنی غصہ ہے۔ یہاں تک امام ابو داؤد نے حدیث کے باب اور ترجمۃ الباب میں بھی اغلاق کو غیض و غضب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اغلاق، غصہ و غضب کے معنی میں انطباقی اور اطلاقی اعتبار سے اس لیے بھی ہے کہ یہ غضب انسان کی عقل کو بند اور مفلوج کر دیتا ہے تو جب انسان شدید غصے کی حالت میں آجاتا ہے تو اس کی عقل جواب دے دیتی ہے۔ اس کے بعد جو وہ چاہتا ہے کہتا اور کرتا پھرتا ہے۔

امام ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ امام شافعی، مسروق، اسماعیل بن اسحاق اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی اغلاق کا معنی غصہ ہے۔ (۵۵)

اسی طرح امام بخاری نے بھی اغلاق کو غضب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور وہ الجامع الصحیح میں ایک باب قائم کرتے ہیں جس کا نام ہی انہوں نے یوں رکھا ہے۔ باب الطلاق فی الاغلاق (الغضب) (۵۶)

حتیٰ کہ امام عسقلانی بھی اپنی کتاب فتح الباری میں بیان کرتے ہیں ان الاغلاق هو الغضب (۵۷)

اور امام عینی نے اپنی صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں عطف خاص کا اسلوب اپنایا ہے اور اجمال کے بعد اس کی تفصیل کا انداز اختیار کیا ہے۔ اغلاق مبہم لفظ تھا تو اس کی تفسیر اکراہ، السکر اور الجنون کے ساتھ کر کے اسے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح ان تینوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی اسی طرح اغلاق میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (۵۸)

طلاق الغضبان جب اپنی انتہائی حالت کو پہنچتی ہے تو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح طلاق کے عدم وقوع کی ایک صورت طلاق المعتوہ ہے۔ طلاق المعتوہ سے مراد وہ شخص ہے جو مدہوش ہو جائے اور مدہوشی میں دی ہوئی اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی اور اسی طرح حدیث مبارکہ میں وہ شخص جس کی عقل مغلوب ہو جائے اور اُس کی عقل کسی بھی عارضہ کی بناء پر اپنا غلبہ کھو دے اور انسان کے وجود میں اس کی حیثیت غالب کی بجائے مغلوب کی ہو جائے تو ایسے شخص کی طرف سے بھی دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے یہ احادیث ہمارے سامنے آتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كل طلاق جائز و الا طلاق المعتوه (۵۹)

ہر طلاق نافذ ہو جاتی ہے سوائے مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق کے۔ اور اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كل طلاق جائز الاطلاق المعتوه و المغلوب على عقله (۶۰)

ہر طلاق نافذ ہوتی ہے سوائے مدہوش کی دی ہوئی طلاق کے اور جس کی عقل پر غصہ غالب آجائے۔

معتوہ بھی مجنوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس پر بہت زیادہ خوف و حزن طاری ہو جاتا ہے اور اس کی طبعی حالت بھی بدل جاتی ہے اور اس کو بھی پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ کیا بول رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ اسی طرح اس کی عقل میں خلل آجاتا ہے اور یہ خلل کبھی بڑھاپے

کی وجہ سے آتا ہے اور کبھی مرض و بیماری کی وجہ سے آتا ہے اور بسا اوقات اس کو کوئی ایسا غم و حزن اور دُکھ و رنج پہنچتا ہے کہ اس کا عقل و شعور مغلوب اور مفقود ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی اسناد کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حدیث غریب قرار دیا ہے جبکہ امام ابن حجر نے اس حدیث کو عطاء بن عجلان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔[۶۱]

فقہا کرام نے طلاق معتوہ کے حوالے سے بیان کیا ہے:

اراد بالجنون من فی عقله اختلال، فیدخل المعتوه، و أحسن الاقوال فی الفرق بینهما، أن المعتوه هو القلیل الفهم المختلط الکلام الفاسد التدبیر لکن لایضرب ولا یشتم بخلاف الجنون ویدخل المبرسم و المغمی علیه و المدهوش۔[۶۲]

جنون و پاگل پن سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کی عقل میں خرابی و خلل آجائے، پس اس میں معتوہ بھی شامل ہے اور مجنون میں فرق کرنے میں بہترین قول یہ ہے کہ معتوہ کا مطلب کم فہم ہے جس کی گفتگو میں غلط اور صحیح باہم مل جائیں لیکن یہ معتوہ مغلوب الغضب شخص نہ مارتا ہے اور نہ گالی گلوچ کرتا ہے بخلاف مجنون و پاگل کے اس میں سرسام کی بیماری والا شخص، بے ہوش شخص اور مدہوش شامل ہو جاتے ہیں۔

مدہوش شخص کی طلاق کے حوالے سے امام ابن عابدین شامی اور امام کاسانی بیان کرتے ہیں:

فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش و نحوه، اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقوال و افعاله الخارجة عن عادته و کذا یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمریض او لمصیبة فاجاته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر اقواله و ان کان یعلمها و یریدها لان بذه المعرفة والارادة غیر معتبرة لعدم حصولها عن ادراک صحیح کما لا تعتبر من الصبی العاقل۔[۶۳]

مدہوش وغیرہ کی قابل اعتماد بات یہ ہے کہ اس صورت میں حکم شرعی کا مدار اس کے اقوال و افعال پر ہے جو غلبہ خلل کی وجہ سے عام عادت و روش سے ہٹ گئے ہیں اور یوں ہی جس شخص کی عقل بڑھاپے، بیماری اور کسی اچانک بیماری کی وجہ سے خلل میں آجائے تو جب تک اس کے اقوال اور افعال میں خللِ عقل کی یہ کیفیت غالب رہے گی۔ اس کی باتوں کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اگرچہ وہ اپنی کہی ہوئی

باتوں کا جاننا اور اُن کو سمجھنا ہی کیوں نہ ہو اور اس کا یہ جاننا اور اپنے کلام کو سمجھنا ادراک صحیح سے نہیں ہے۔ اس لیے یہ معتبر نہیں جیسے عقلمند بچے کی بات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

اس ساری بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ طلاق معتوہ اور طلاق مغلوب الغضب نافذ نہیں ہوتی۔

امام عبد الرحمن الجزیری اپنی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بیان کرتے ہیں:

والتحقیق عند الحنفیة ان الغضبان الذی یخرجه غضبه عن طبیعته و عادته و بحیث یغلب الهذیان علی اقواله و افعاله فان طلاقه لا یقع وان کان یعلم ما یقول و یقصده لانه یکون فی حالة یتغیر فیها ادراکه فلا یکون قصده مبنیاً علی ادراک صحیح فیکون کالمجنون لان المجنون لایلزم ان یکون دائماً فی حالة لا یعلم معها ما یقول فقد یتکلم فی کثیر من الاحیان بکلام معقول ثم لم یلبث أن یهذی (۶۴)

فقہاو احناف اور ائمہ احناف کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ انتہائی شدید غصہ کرنے والا شخص جس کا غصہ اُس پر اس طرح طاری ہو جو اس کی طبیعت کو عام طبیعت اور عام حالت سے باہر کر دے اور اُس کے اقوال و افعال پر بے مقصدیت کو غالب کر دے۔ غصے کی اس حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ وہ شدید غصے والا جو کچھ کہتا ہے اور بولتا ہے اُسے جانتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اُسے سمجھتا بھی ہے مگر اس کے باوجود وہ ایسی حالت عضبان میں ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت ادراک میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اس بناء پر اُس کا مقصد و ارادہ صحیح شعور اور صحیح ادراک پر مبنی نہیں ہوتا۔ پس وہ وقتی طور پر مجنون و دیوانے کی طرح ہو جاتا ہے اور مجنون کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی حالت میں رہے کہ جو کہے اُس کا اُسے پتہ ہی نہ ہو بلکہ بعض اوقات وہ عقل مندوں کی طرح یا اُن سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے اور پھر وہ اوٹ پٹانگ اور لایعنی باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔

امام عبد الرحمن الجزیری کے اس اقتباس سے بھی یہ بات ثابت ہو جاتی ہے طلاق فی الغضب کی شدید ترین حالت میں دی گئی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام

اسلام نے نسل انسانی کے ارتقاء کے لئے نکاح کا تصور دیا ہے۔ طلاق سے سختی سے روکا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔ طلاق کو اپنی سنت جاریہ قرار نہیں دیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کے عمل

سے منع کی ترغیب دی ہے اور ارشاد فرمایا"أن ابغض الحلال عندالله الطلاق"[۶۴-A] حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ابغض، سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور سب سے زیادہ نامناسب چیز طلاق دینا ہے۔ طلاق نکاح کے اُس معاہدے کو توڑنے کا نام ہے جس معاہدے کو قرآن نے میثاقاً غلیظاً [۶۴-B] فرمایا ہے۔ یہ انتہائی مضبوط اور مستحکم معاہدہ ہے اس لیے نکاح کو ایک خوشی کے طور پر منانے کا حکم دیا ہے۔ اس میں دونوں خاندانوں کے افراد اور دوست واحباب شریک ہوتے ہیں۔ ان سب کے لئے شادی کا کھانا دعوت ولیمہ کو رسول اللہ نے اپنی سنت قرار دیا ہے۔ شادی کا عمل سینکڑوں افراد کی موجودگی میں منعقد ہوتا ہے۔ اب شادی کے بعد اس معاہدے عقد نکاح کو ساری زندگی نبھانا دو افراد کی ذمہ داری ہے اور یہ میاں بیوی ہیں ان کو اسلام حکم دیتا ہے"وعا شروهن بالمعروف"[۶۴-C] آپس میں پیار و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرو، کہ طلاق کی نوبت ہی نہ آئے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم طلاق کا ارادہ کرلو تو اس طلاق کو دو کے عدد سے اوپر نہ جانے دو۔ ایک طلاق دو یا دو طلاقیں دو پھر تین ماہ کا وقت تمہارے لیے سوچ بچار کے لیے کافی ہے۔ تین ماہ کے دوران بغیر نکاح کے رجوع کر کے دونوں راضی ہو جاؤ اور میاں بیوی کی حیثیت میں پہلے کی طرح رہنا شروع کر دو۔

اور اگر تین ماہ گزر جائیں اور عدت ختم ہو جائے تو پھر نئے سرے سے نکاح کر کے دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہو۔ لیکن اگر تم میں سے کسی نے عدد طلاق کو تین تک بڑھا دیا اور تین طلاقیں دیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس عورت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی سے خارج کرنا چاہتا ہے۔ تو اب اگر کسی نے تین طلاقیں دے دیں تو اس عورت سے اس کا رشتہ مناکحت ختم ہو جائے گا اور وہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور وہ بھی کچھ عرصہ بعد طلاق دے دے پھر یہ دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ان کو اجازت ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو عام حالت اور غصے کی حالت میں بھی تین طلاقیں کبھی بھی نہ دے۔ اگر طلاق دینی ہے ایک یا دو دے اور بہتر ہے اس طرف ہی نہ جائے۔ مگر تین طلاقیں کبھی بھی نہ دے۔ تین طلاقیں تعلق زوجیت کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تو حضرت عمر فاروق ایسے شخص کو پیٹتے اور اس کو سخت سزا دیتے۔

عن أنس قال كان عمر اذا أتى برجل قد طلق امرأته' ثلاثة في مجلس اَوْجَعَه' ضرباً و فرق بينهما[۶۵]

حضرت اَنس روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس شخص کو پیٹتے اور دونوں میاں بیوی کو الگ کر دیتے۔

طلاق ایک غضبانہ فعل ہے۔ ایک اظہار ناراضگی ہے کسی عمل پر ناپسندیدگی ہے۔ کسی حرکت پر خفگی کا اظہار ہے۔ کسی قبیح فعل پر غیض وغضب سے بھڑکنا ہے۔ طلاق کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں یہ مرد کی طرف سے اَنا کی جنگ ہے جنگ جب شروع ہوتی ہے تو فریقین کا نقصان ہوتا ہے۔ مرد کو باری تعالیٰ نے "الرجال قوامون علی النساء"(A-۶۵) بنایا ہے۔ مرد کو چاہیے اس اَنا کی جنگ کو صبر و تحمل اور حلم وبرداشت کے ساتھ جیتے نہ کہ بے صبری کرتے ہوئے طلاق، طلاق، طلاق جیسا قول کرکے اپنی زندگی کو اجیرن کرلے۔ اس اَنا کی جنگ کے حوالے سے کسی نے کیا خوب کہا:

اَنا کی جنگ ہم جیت تو گئے لیکن
پھر بہت دیر تک یونہی نڈھال رہے

غیض وغضب اور غصہ ناراضگی وسخط کا نام ہے غیض وغضب کی وجہ سے آدمی کسی شخص سے ناخوش ہوتا ہے اور عدم رضا کا اظہار کرتا ہے۔ غیض وغضب میں انسان اپنے آس پاس کے ماحول کو بھی مکدر ومتغیر کرتا ہے۔ غصہ انتہائی حالت کی طرف جب بڑھتا ہے تو انسان کے وجود پر اس کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ "**یلطم وجہہ**" انسان اپنے چہرے پر خود ہی مارنے لگتا ہے اور اونچی اونچی آواز میں چیخنا شروع کر دیتا ہے "**ویشق ثیابہ**" اپنے کپڑے پھاڑنے لگتا ہے اور جو کچھ بھی اُس کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اُسے پھینکنے لگتا ہے "**تغیر اللون**" اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ اس کے پورے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور اس حالت میں عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اُس کے منہ سے بہت زیادہ تھوک اور جاگ نکلنے لگتی ہے اُس کی سانس اور اُس کے نتھنے پھول جاتے ہیں اُس کی آنکھیں اور چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے خود ہی کو مارنے لگتا ہے اور کبھی اپنے سر کو زمین پر مارتا ہے اور کبھی اپنے سر کو دیوار سے مارتا ہے۔ چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور اُن کو پھینکنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ اُس کے غصے کی وہ شدید ترین حالت ہے جس میں اُس کی ذہنی وعقلی کیفیت سے یہ ہوتی ہے "لابصیرۃ" اُس کو کچھ ہوش وسمجھ نہیں ہوتی، "لا نظر" وہ کچھ بھی سوچتا سمجھتا نہیں۔ "ولا قصد" اُس کا کوئی قصد وارادہ معتبر نہیں۔ "ولا اختیار" اُس کا کوئی بھی اختیار وتصرف مستند نہیں ہوتا۔ غیض وغضب کے غلبے کی وجہ سے وہ ایک مجبور اور مضطر شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں دی گئی اس شخص کی طرف سے کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اتفق العلماء علی عدم وقوع الطلاق فیہ، علماء متفق ہیں میں اس حالت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

جبکہ غصے کی ابتدائی حالت میں جس میں جو کہتا ہے ویعلم ما یقوله و یقصده جو کہتا ہے اور جو بولتا ہے اُس کو سمجھتا اور جانتا ہے۔ اس میں اتفق العلماء علی ایقاع الطلاق فیه۔ اس میں علماء کا اتفاق ہے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تیسری قسم غصے کی وہ ہے جو ان دونوں حالتوں کے درمیان ہے۔ هو محل نظر اختلف الفقهاء فیه۔ یہ محل نظر ہے اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ غرضیکہ ہر انسان کو اپنے قول میں تین چیزوں کا خیال کرنا ہے جو بات بولے پہلے اس کا ارادہ کرے جو بات کہے اُس کا اسے علم ہو اور جو قول منہ سے نکالے اُس کی ذمہ داری کو اپنے اوپر لے۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا غضب لم یدخله فی باطل (۶۶)

غصے کی حالت میں کیا ہوا تمہارا کوئی قول تمہیں کسی ناجائز، فاسد اور باطل بات میں داخل نہ کر دے۔

غیض و غضب میں عمل افراط انسان کو تباہی و ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل غضب سے منع کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تغضب، غصہ نہ کیا کرو اُس نے بار بار کہا۔ یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فردد مراراً۔ اُس نے مزید فرمانے پر اصرار کیا تو آپ نے پھر فرمایا: لا تغضب (۶۷) تم غصہ نہ کیا کرو۔

باری تعالیٰ ہماری زبانوں کو صحیح، صائب بولنے اور ہمارے کانوں کو درست اور حق بات سُننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حوالہ جات

(۱) البقرہ ۲/۲۲۹۔

(۲) البقرہ ۲/۲۳۰۔

(۳) راغب اصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد، امام، المفردات فی غریب القرآن، دارالقلم، دمشق، بیروت، ص ۵۶۴۔

(۴) الجزیری، عبدالرحمن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، تحقیق احمد ابراہیم دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ج ۴، ص ۱۵۶۔

(۵) ابن منظور، افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج ۱، ص ۲۲۶۔

(۶) سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد، المبسوط، دارالمعرفہ، مصر، ج ۶، ص ۲۔

(۷) جبران مسعود، الرائد، معجم اللغوی، دار العلم، بیروت، ۸۷۵۔

(۸) الجزیری، عبدالرحمن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دارالفکر، بیروت، لبنان، ص۱۵۶۔

(۹) ابو القاسم، سلیمان بن احمد، المعجم الوسیط، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ص۵۶۹۔

(۱۰) بہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع مع متن الاقناع، دارالفکر، لبنان، ج۳، ص۱۴۳۔

(۱۱) مالک بن أنس، المدونۃ الکبری، دارالکتب العلمیہ، لبنان، ۲/۳۰۔

(۱۲) البحر الرائق بالحاشیہ منحۃ الخالق لابن عابدین، ج۳، ص۲۵۶۔

(۱۳) کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتاب العربی لبنان،، ج۳، ص۸۹۔

(۱۴) احمد مختار، مفتی الطلاق الثلاث، مکتبہ جامعہ خلفائے راشدین، کراچی، ۳۰۔

(۱۵) ایضاً، ۳۱۔

(۱۶) ابن قیم، اغاثۃ اللھفان، دارالمعرفہ، بیروت، ص۵۱۔

(۱۷) شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، دارالجیل، لبنان، ج۶، ص۲۳۵۔

(۱۸) الزرقانی شرح الموطا، ج۳، ص۱۶۷۔

(۱۹) عینی، محمود بن احمد، بدرالدین، عمدۃ القاری، احیاء التراث العربی، بیروت، ۹/۵۳۷۔

(۲۰) الطلاق ۶۵/۱۔

(۲۱) الطلاق الثلاث، ۳۶۔

(۲۲) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دارالفکر، بیروت، ۲/۲۹۹۔

(۲۳) شاشی، نظام الدین شمرقندی، اصول الشاشی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص۱۰۰۔

(۲۴) ایضاً، ص۱۰۵۔

(۲۵) ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۲/۶۴۸۔

(۲۶) غزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین، دارالصحوہ، قاہرہ، مصر، ۳/۲۴۷۔

(۲۷) ایضاً، ۳/۲۴۷۔

(۲۸) اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص۳۶۱۔

(۲۹) تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ۲/۱۲۵۴۔

(۳۰) غزالی، احیاء علوم الدین، ۹/۹۳ مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر، ۲/۷۷۳۔
(۳۱) غزالی، احیاء علوم الدین، ۹/۹۳۔
(۳۱) ایضاً، ۹/۹۳۔
(۳۱) ایضاً، ۹/۹۴۔
(۳۲) آل عمران ۳/۱۳۴۔
(۳۳) الشوریٰ ۴۲/۳۷۔
(۳۴) ابن عابدین، ردالمختار، دارالفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، ۳/۲۴۴۔
(۳۵) ایضاً، ۳/۲۴۴۔
(۳۶) ایضاً، ۳/۲۴۴۔
(۳۷) عثمان محمد غریب، رسالہ جہات الاسلام، المجلد ۷، شیلان محمد علی، یولیو۔ دسمبر ۲۰۱۳، العدد ۱۔
(۳۸) ایضاً۔
(۳۹) ایضاً۔
(۴۰) ایضاً۔
(۴۱) ابن قیم، زاد المعاد موسسۃ الرسالہ، مکتبہ المنار، بیروت، ۵/۲۱۵۔
(۴۲) ایضاً، ۵/۲۱۶۔
(۴۳) ایضاً، ۵/۲۱۶۔
(۴۴) النور ۲۴/۶۱۔
(۴۵) عبدالرحمن بن محمد، تفسیر الثعالبی، موسسۃ العلمی، بیروت، ۳/۱۲۷۔
(۴۵) قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، جامع الاحکام القرآن، دارالشعب، القاہرہ، ۱۲/۳۱۳۔
(۴۶) ایضاً ۲/۳۱۳۔
(۴۷) الحج ۲۲/۷۸۔
(۴۸) الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الحنفی، احکام القرآن، داراحیاء التراث، لبنان، ۳/۲۵۱۔
(۴۹) رازی، فخر الدین محمد، تفسیر الکبیر، طبع طہران، ۲۳/۷۳۔

(۵۰) بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، مصر، ۲/ ۵۰۔
(۵۰) آلوسی، محمود، روح المعانی، تہران، ایران، ۱۷/ ۱۹۰۔
(۵۱) حاکم، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲/ ۶۸۔
(۵۱) ابن حبان، الصحیح، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱/ ۳۵۶۔
(۵۱) نسائی، السنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۴/ ۳۲۳، رقم الحدیث ۳۴۳۷۔
(۵۲) ابن حبان، الصحیح، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱/ ۳۵۵، رقم الحدیث ۱۴۲۔
(۵۲) ابو داؤد، السنن، دار الفکر، مصر، ۴/ ۱۴۱، رقم الحدیث ۴۴۵۳۔
(۵۳) ابو داؤد، السنن، دار الفکر، مصر، ۲/ ۲۵۸، رقم الحدیث ۲۱۹۳۔
(۵۳) ابن ماجہ، السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۶۶۰، رقم الحدیث ۲۰۴۶۔
(۵۴) عینی، محمود بن احمد بدر الدین، عمدۃ القاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰/ ۲۵۰۔
(۵۴) عبد اللہ بن یوسف، نصب الرآیہ، دار الحدیث، مصر، ۳/ ۲۲۳۔
(۵۵) ابن القیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالہ مکتبہ المنار، بیروت، ۵/ ۲۱۴۔
(۵۶) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الاغلاق دار ابن کثیر، ۶/ ۲۵۹۔
(۵۷) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفہ، لبنان، ۹/ ۸۶۷۔
(۵۸) ابو محمد، محمود بن احمد، بدر الدین العینی، عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ۷/ ۱۶۳۔
(۵۹) ابن آبی شیبہ، المصنف، مکتبہ الرشد، ریاض، ۴/ ۲۷، رقم الحدیث ۲/ ۱۷۹۔
(۵۹) عبد الرزاق، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۶/ ۴۰۹۔
(۶۰) ترمذی، عیسیٰ بن عیسیٰ، السنن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۳/ ۴۹۶، رقم الحدیث ۱۱۹۱۔
(۶۰) ھندی، علی المتقی، کنز العمال، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۹/ ۲۷۸، رقم الحدیث ۲۷۷۷۱۔
(۶۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار لمعرفہ، لبنان، ۹/ ۳۴۵۔
(۶۲) ابن نجیم، الحنفی، البحر الرائق، دار المعرفۃ، بیروت، ۳/ ۲۶۸۔
(۶۳) ابن عابدین، رد المختار، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، ۳/ ۲۴۴۔
(۶۳) الکاسانی، بدائع الصنائع، ۳/ ۱۰۰۔

(٦٣) ھدایہ مع فتح القدیر، ٣/٣٤٣۔

(٦٤) عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ٤/٢٩٥، ٢٩٤۔

(٦٤) ابو داؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فی کراہیۃ الطلاق، دارالفکر، مصر، رقم الحدیث ٢١٧٨

(٦٤) النساء، ٤/١٩۔

(٦٤) النساء، ٤/١٩۔

(٦٥) ابن ابی شیبہ، المصنف، مکتبہ الرشد، ریاض، ٤/١١۔

(٦٥) النساء، ٤/٣٤۔

(٦٦) طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الصغیر، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ١/١١٤، رقم الحدیث: ١٦٤۔

(٦٧) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، رقم الحدیث ٥٧٨٤۔